وسطی ایشیا: بیرونی اقتصادی مفادات کی رزم گاہ

پانچوں وسط ایشیائی ریاستیں قازقستان، کرغیزستان، ترکمنستان، ازبکستان اور تاجکستان ماسکو کی اقتصادی بالادستی سے چھٹکارا پانے کی تگ ودو میں مصروف ہیں۔ ان ریاستوں نے اپنے دروازے دیگر ممالک کے لیے جن میں ترکی، امریکہ اور جاپان شامل ہیں، کھول دیے ہیں۔ قدرت نے تمام وسط ایشیائی ریاستوں کو بڑی فراخ دلی کے ساتھ معدنی دولت سے نوازا ہے۔ ان کے پاس تیل، قدرتی گیس اور سونے کے وسیع ذخائر ہیں۔ بد قسمتی سے وسائل سے مالامال ہونے کے باوجود یہ ریاستیں غریب اور پسماندہ ہیں۔ ان کا مواصلات کا نظام ناقص اور بنیادی اقتصادی ڈھانچہ کمزور ہے۔ ان میں سیاسی غیر یقینی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ ان ممالک کا جغرافیہ منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔ ازبکستان کھلے سمندروں سے محروم دُنیا کا واحد ایسا ملک ہے جو چاروں طرف خود خشکی میں گھرے ہوئے ممالک کے درمیان واقع ہے۔ سوائے کرغیزستان کے، آزادی کے بعد بھی باقی تمام وسط ایشیائی ریاستوں میں قوم پرستوں کے لبادے میں درحقیقت سوویت عہد سے برسر اقتدار سابق کمیونسٹ ہی مسند اقتدار پر براجمان ہیں۔ یہ حکمران ان ریاستوں میں اپوزیشن کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہیں۔ البتہ تاجکستان میں حکومت اور متحدہ حزبِ اختلاف کے قائد سیّد عبداللہ نوری کے درمیان ۲۷ جون ۱۹۹۷ء کو روس کے دارالحکومت ماسکو میں ایک معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں جس کے تحت ۱۹۹۸ء میں ملک میں ہونے والے عام انتخابات میں اپوزیشن کی شرکت ممکن ہو گئی ہے۔

وسط ایشیائی ریاستوں کے باشندوں کی اکثریت مسلمان ہے۔ یہاں کے مسلم عوام زبان و ثقافت کے لحاظ سے ترکی سے پیوند رکھتے ہیں۔ ان ریاستوں نے بیرونی اقتصادی تعلقات استوار کرنا شروع کر دیے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ماسکو پر انحصار کے شکنجے سے نجات حاصل کر سکیں گی اور اپنی پالیسیاں آزادانہ طور پر تشکیل دینے کے قابل ہو سکیں گی۔ روس کو پہلے ہی یوکرین، آذربائیجان اور جارجیا کے درمیان ممکنہ اقتصادی اتحاد پر تشویش لاحق ہے۔ روس کے لیے مجوزہ اتحاد اس لیے بھی تشویشناک ہے کہ یہ تینوں ممالک مغربی اثر و نفوذ کی زد میں ہیں۔ چنانچہ ماسکو کی قیادت سمجھتی ہے کہ ان ممالک کے درمیان مجوزہ اقتصادی اتحاد "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کے جنوبی حصے پر روسی غلبہ کے لیے چیلنج بن سکتا ہے۔ فرض کریں اگر اس طرح کے اتحاد میں قازقستان بھی شرکت کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بحیرہ

کیسپین کے سواحل اور اس کی تہہ سے نکلنے والے تیل اور گیس پر روس کی بالادستی تادیر قائم نہیں رہ سکے گی۔

امریکہ سمیت متعدّد دیگر ممالک وسط ایشیائی ریاستوں میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔ امریکہ نے ان ممالک میں نسبتاً بڑے سفارتی مشن کھول رکھے ہیں۔ ان ممالک میں امریکی سرگرمیوں کا مقصد محض اپنے مفادات کا تحفظ کرنا ہی نہیں ہے بلکہ خطّہ میں روس اور دیگر مغربی اور غیر مغربی ممالک کے اثرونفوذ کو محدود کرنا بھی ہے۔

بحیرۂ کیسپین کے سواحل اور وسطی ایشیا کے دیگر علاقوں میں ۲۰۰ بلین بیرل تیل اور ۵۰ ٹریلین کیوبک میٹر گیس کے ذخائر ہیں۔ ان ذخائر کی بدولت یہ ریاستیں خلیج عرب کی امیر ریاستوں کی جگہ لے سکتی ہیں۔ اگرچہ فی الحال یہ ایک خواب ہی دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ کیسپین کا خطّہ گیس اور تیل کے وسیع ذخائر کی بدولت یورپ کے لیے انتہائی اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ مئی ۱۹۹۳ء میں یورپی یونین اور آٹھ سابق سوویت ریاستوں نے بریسلز میں ٹریسیکا پراجیکٹ پر دستخط کیے۔ اس پراجیکٹ کا مقصد نئی شاہراہوں، ریلوے لائنوں کی تعمیر اور بحری راستوں کی دریافت کے ذریعے خطّے کی یورپ تک رسائی کے لیے روس کی روایتی تجارتی گزرگاہ کے متبادل تلاش کرنا ہے۔ عالمی بنک سمیت لندن میں قائم یورپی بنک اور تعمیر و ترقی کے دیگر عالمی ادارے خطّے سے ایندھن (تیل و گیس) کی بیرونِ ملک ترسیل کے ذرائع کی تعمیر کے لیے قرضوں کی فراہمی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ خاص طور پر پُلوں کی تعمیر، رولنگ سٹاک اور ایئر ٹریفک کنٹرول کے نظاموں کو ترقی دینے پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ جارجیا میں اور بحیرۂ کیسپین کے دونوں جانب یورو ایشیائی کوریڈور کی تعمیر کی غرض سے بندرگاہوں کو ازسرِنو تعمیر کیا جا رہا ہے۔ تاکہ وسطی ایشیا کی بند سرزمین کو اس کوریڈور کے ذریعے یورپ تک براہ راست رسائی حاصل ہو جائے۔

قازقستان جو قدرتی گیس، تیل، سیسہ، جست اور کرومیم کی دولت سے مالا مال ہے، غیر ملکی کمپنیوں کے ساتھ متعدّد معاہدات میں شریک ہے۔ امریکی کمپنی شیوران (Cheveron) نے پہلے ہی تینگیز آئل فیلڈ سے تیل نکالنا شروع کر دیا ہے۔ جبکہ فرانس کی ایلف ایکوٹانس (Elf Aquitance)، برطانیہ کی GAS، اور اٹلی کی اجیپ (Agip) کے ساتھ کراچاگانک آئل فیلڈ سے تیل نکالنے کے معاہدوں پر دستخط ہو چکے ہیں۔ تیل کی دیگر چھ بڑی کمپنیاں بحیرۂ کیسپین میں تیل کی تلاش میں مصروف ہیں۔ قازقستان کا دارالحکومت الماتی خطّے کے اقتصادی مرکز کے طور پر اُبھر رہا ہے۔

ازبکستان آبادی کے لحاظ سے خطّے کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کی آبادی ۲۲ ملین تک پہنچ چکی ہے۔ جو پورے خطّے کی آبادی کا تقریباً نصف بنتی ہے۔ یہاں بھی غیر ملکی سرمایہ کاری کے روشن امکانات موجود ہیں۔ تیل اور سونا ازبکستان کے اہم قدرتی وسائل میں شمار ہوتے ہیں۔ شمالی

امریکہ کی سونا نکالنے والی سب سے بڑی کمپنی نیومونٹ (Newmont) نے کھلے دھانے کی دنیا کی سب سے بڑی کان "مور نتاؤ" سے سونا نکالنے کے ایک معاہدہ پر دستخط کیے ہیں۔ اس کان سے سالانہ ۷۵ ٹن سونا نکالا جائے گا۔ کپاس بھی ازبکستان کی اہم پیداوار ہے۔ ازبکستان نے کپاس اور اس کی مصنوعات کو امریکہ، یورپ اور دیگر ممالک کو برآمد کرنا شروع کر دیا ہے۔

کرغیزستان آزاد سیاسی و اقتصادی پالیسیوں کی راہ پر گامزن ہے۔ یہاں منڈی کی معیشت کو رواج دیا جا رہا ہے اور بیرونی تجارت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ترغیبات کا اعلان کیا گیا ہے۔ کرغیزستان سونے کے ذخائر سے مالامال ہے۔ کمتور کے مقام پر کرغیزستان میں دُنیا کا سب سے بڑا سونے کا ذخیرہ ہے۔ کنیڈا کی کمپنی کمیکو کارپوریشن (Cameco Corp.) کے تعاون سے سونے کے ان ذخائر کو نکالنے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ وسطی ایشیا کا ایک اور اہم ملک ترکمنستان ہے۔ یہاں وافر مقدار میں گیس نکالی جاتی ہے۔ بحیرۂ کیسپین سے نکلنے والے قدرتی وسائل کے ذخائر میں ترکمنستان بھی حصّہ دار ہے۔ ملک میں ترکی کی کمپنیاں خاص طور پر سرگرم عمل ہیں۔

خطّے کا واحد ملک جس کے پاس وافر مقدار میں قدرتی ذخائر دستیاب نہیں ہیں، تاجکستان ہے۔ تاہم قدرتی حسن سے مالامال تاجک علاقہ سیاحت کے فروغ کا سبب بن سکتا ہے۔ بد قسمتی سے پچھلے چند برسوں سے ملک میں جاری خانہ جنگی سیاحت کے فروغ میں حائل رہی ہے۔ اب حکومت اور اپوزیشن کے درمیان امن معاہدہ طے پا جانے کے بعد اُمید ہے سیاحت پر مثبت اثرات پڑیں گے۔

بحیرۂ کیسپین پر روس، ایران، آذربائیجان، قازقستان اور ترکمنستان سبھی یکساں حقوق کے دعوے دار ہیں۔ بحیرۂ کیسپین اپنے اندر پوشیدہ بے پناہ دولت آہستہ آہستہ اگل رہا ہے۔ اسی سال ایک سیسمک سروے کے ذریعے قازقستان کے ساحل کے قریب اندازاً ۱۰ بلین ٹن مٹی کے تیل اور دو ٹریلن کیوبک میٹر گیس کے ذخائر کی موجودگی کا پتہ لگایا گیا ہے۔ یہ سیسمک سروے اطالوی، برطانوی، ناروےجن، امریکی اور فرانسیسی پٹرولیم کمپنیوں پر مشتمل ایک بین الاقوامی کنسورشیم نے کیا تھا۔ ممکن ہے اگلے سال یہ کمپنیاں ڈرلنگ کا کام شروع کر دیں۔ بعض روسی کمپنیوں نے بھی بحیرۂ کیسپین میں ہائیڈروکاربن کی تلاش کا کام شروع کر دیا ہے۔

بحیرۂ کیسپین کے سواحل پر واقع ممالک کے مابین قدرتی وسائل کے ان ذخائر کی تقسیم کیونکر ہو؟ اس سوال کے جواب کا دارومدار کیسپین کی نوعیت پر ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیسپین سمندر ہے یا بحیرہ؟ اگر یہ بحیرہ ہے جیسا کہ روس اور ایران کا دعویٰ ہے تو اس میں موجود ذخائر کو مشترکہ ملکیت سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر یہ سمندر ہے جیسا کہ آذربائیجان، قازقستان اور ترکمنستان کا موقف ہے تو ہر ملک اپنی ساحلی حدود میں موجود قدرتی وسائل کے ذخائر کا مالک تصور ہو گا۔ نومبر ۱۹۹۷ء میں بحیرۂ کیسپین کے ساحلی ممالک کے وزارتی کمیشن کے اجلاس میں کیسپین کی نوعیّت کے تعین سے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔

۱۹۴۰ء میں سوویت یونین اور ایران کے مابین ہونے والے معاہدہ کے تحت بحیرۂ کیسپین کے قدرتی وسائل کے ذخائر کو ایران اور سوویت یونین کی مشترکہ ملکیت قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ ان ذخائر کے نصف پر ایران اور نصف پر سوویت یونین کے حق ملکیت کو تسلیم کیا گیا تھا۔ اب جبکہ سوویت یونین بکھر چکا ہے اور بحیرۂ کیسپین کے سواحل پر واقع چار آزاد ریاستیں وجود میں آ چکی ہیں تو اب تقسیم کا فارمولا کس اصول کے تحت طے کیا جائے گا؟ آیا اب بھی نصف ذخائر کا مالک ایران ہو گا اور باقی نصف کی یہ چاروں نو آزاد سابق سوویت ریاستیں؟ یا پھر پانچوں ممالک کے درمیان بحیرۂ کیسپین کے ذخائر کی تقسیم مساوی بنیاد پر عمل میں لائی جائے گی؟ اُمید ہے نومبر میں ہونے والے متعلقہ ممالک کے وزارتی کمیشن کے اجلاس میں اس قسم کے پیچیدہ سوالات کو حل کرنے کی طرف پیش رفت کی جا سکے گی۔

علاقائی تعاون

ایکو سربراہ کانفرنس: کیا منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی طرف پیش رفت ہو گی؟

۱۳ اور ۱۴ مئی ۱۹۹۷ء کو وسطی ایشیا کی ریاست ترکمنستان کے دارالحکومت اشک آباد میں اقتصادی تعاون کی تنظیم ایکو (ECO) کی دو روزہ غیر معمولی سربراہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں ایکو کے دس رکن ممالک نے شرکت کی۔ کانفرنس کے انعقاد کا مقصد رکن ممالک کے درمیان باہمی روابط اور ان کی بین الاقوامی منڈیوں تک رسائی کے لیے سڑکوں، ریلوے لائنوں، بحری اور فضائی مواصلاتی سہولتوں اور تیل و گیس کی پائپ لائنوں کی تعمیر کے منصوبوں کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اقدامات پر اتفاق کرنا تھا۔ سربراہ کانفرنس میں معزول افغان صدر پروفیسر برہان الدین ربانی نے افغانستان کی نمائندگی کی۔ کابل سمیت افغانستان کے بیشتر علاقوں پر طالبان کے قبضے کے باوجود پروفیسر برہان الدین ربانی کی کانفرنس میں سربراہِ مملکت کی حیثیت سے شرکت اس لیے بھی معنی خیز تھی کہ اسلامی ممالک کی تنظیم نے جکارتہ میں منعقدہ وزراء خارجہ کے اجلاس میں ربانی حکومت کی رکنیت ختم کر دی تھی۔ ایکو تنظیم کے ممالک بھی OIC کے رکن ہیں، اس لیے اُنہیں چاہیے تھا کہ وہ تنظیم کے اس فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے افغانستان کی نمائندگی کے مسئلہ کو افغان بحران کے تصفیہ تک